Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 03,
April – June. 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

زوجین کے فرائض میں توازن: منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں

Balance in the duties of Zaujain- a review of selected exegesis

Dr. Fariha Anjum, *

Lecturer, Department of Islamic studies, Lahore College for Women University, Lahore

ABSTRACT

Islam is a complete code of life. It gives us the principles of society. Husband and wife is an important unit of family and society. Islam gives the rights as well as duties to both of them and also orders to make balance in it. These orders also determine the value of Zaujain. The study aims at analyzing the balance in duties of Zaujain. It also elaborates the chore values that strengthen the relationship of Zaujain like justice, good behavior, and stop oppression and limitation ofnumber of wives. Actually, Islam values both of them within their limits. This article is based on the study of interpretations of selected urdu exegesis written in twentieth century. It will cover those values that results in inner satisfaction,harmony and establishing the best relationship.

Keywords: *Duties of Zaujain, selected exegesis, encouragement of marriage, good behaviour*

تمہید

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے جہاں ہمیں سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زندگی کے بارے میں مکمل رہنمائی عطا کی ہے، وہاں اس نے خاندانی زندگی کو بھی ایک مقام دیا ہے کیونکہ خاندان ہی سے نسل انسانی کی بقاء ہوتی ہے۔ خاندانی زندگی میں بنیادی حیثیت رشتہ ازدواج کو حاصل ہے۔ اسلام اس رشتے کو نہ صرف ایک مقدس فریضہ کی حیثیت دیتا ہے بلکہ اسے عفت و عصمت کی حفاظت کا ذریعہ بھی قرار دیتا ہے۔ ازدواجی زندگی انسانی معاشرے میں اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس اساس کی بدولت انسانی معاشرے کے تارو پود نمو پاتے، پھلتے پھولتے اور وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گویا ازدواجی زندگی ہی وہ شہ رگ ہے جس پر پورے انسانی معاشرے اور معاشرتی حیات کا دارومدار ہے۔ ازدواجی زندگی کا اپنا اور جداگانہ تشخص ہے۔ یہ تشخص و تقدس خالصتاً انسانی بنیادوں پر استوار ہے اور اسی بناء پر متحارب اور متضاد نظریات بھی اس پائیدار بلکہ دائمی تشخص و

تقدس پر حرف گیری نہیں کر سکے۔ ازدواجی زندگی کے لیے قرآن پاک نے دو اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ "نکاح" اور "طلاق"۔ نکاح کی صورت میں وحدہ لاشریک نے زوجین کو یک جان دو قالب دیکھنا پسند کیا ہے۔ دراصل نکاح اور طلاق دونوں کا عمل ایک دوسرے سے برعکس ہے۔ نکاح اگر انسانی زندگی میں موسم بہار ہے تو طلاق موسم خزاں۔ یہی وجہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی علیحدگی کے لیے طلاق تو موجود ہے مگر اسے مبغوض قرار دیا گیا ہے۔ گویا طلاق کی اجازت تو ضرور دی گئی ہے مگر اس اجازت کی حقیقت اس طرح سے ہے جیسے زندگی بچانے کے لیے لحم خنزیر یا مردار کھالینے کی اجازت ہے۔ نہ لحم خنزیر اور مردار کھانا مثبت عمل ہے اور نہ ہی طلاق دینا مثبت عمل ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> "اچھے انسانی معاشرے اور صالح تمدن کا دارومدار عورت کے صالح تعلق پر ہے۔ مرد اور عورت کی جائز وابستگی معاشرے کو ایک ایسا سکون دیتی ہے جس سے اس کا درست اجتماعی شعور تشکیل پاتا ہے۔ اس لیے نکاح ہی وہ عقلی و منطقی اخلاقی و لسانی ضرورت ہے جس پر تمدن کی فلاح وبقاء کا انحصار ہے۔"[1]

نکاح مرد و عورت کے درمیان انجام پانے والا قابل احترام عقد ہے جس سے عائلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ نکاح کے ذریعے دو اجنبی مرد و عورت ایک ساتھ مودت و محبت اور اعتماد کی فضا میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے نکاح کو عام معاملات کی طرح محض ایک معاہدہ کی حیثیت ہی نہیں دی ہے بلکہ اس کی ایک حیثیت عبادت کی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اور معاملے کو اختیار کرنے کی کہیں اتنی ترغیب نہیں دی گئی جتنی نکاح کے سلسلے میں دی گئی ہے۔ رسولؐ کے ارشادات ہمارے لیے اس ضمن میں اہمیت رکھتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے: **النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی**[2] اسی طرح مزید فرمایا: **ومن استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج**[3] رسولؐ نے نکاح کو اپنی سنت کہا ہے چنانچہ حالت اعتدال میں نکاح سنت موکدہ ہے اور جب زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو نکاح واجب ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک بھی نکاح کی مشغولیت نفل نماز سے افضل ہے۔[4] یہ سب تاکید اس لیے ہے کہ قرآن کریم نے اسے دوسرے تمام دنیاوی معاہدات کی نسبت ایک جداگانہ معاہدہ بنایا ہے جس میں دونوں فریقین کے ایک دوسرے پر حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ ایک امتیاز ہے کہ اس نے ہر معاملہ میں انسان کی اس انداز سے رہنمائی کی ہے کہ زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل اور اس کے احکامات تفصیل سے بیان کر دیئے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام میں قانون ازدواج کی تدوین نہایت صحیح اصولوں پر کی ہے اور مسلمانوں کو ازدواجی معاملات میں اپنے دین سے ایک ایسا صالح، جامع اور مکمل قانون ملا ہے جن کو دنیا کے قوانین ازدواج میں ہر حیثیت سے بہترین کہا جاسکتا ہے۔ کوثر نیازی لکھتے ہیں: "اسلامی معاشرہ دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال قائم کرتا ہے۔ اس میں ایک فرد کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو اس کی ذات کے ارتقاء اور نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ وہ مساوات، اخوت، عدل و انصاف اور رواداری کے انسانی اور اسلامی برکات سے بھی فیض یاب ہوتا ہے اور دوسری طرف معاشرے کے کچھ حقوق و فرائض بھی عائد ہوتے ہیں جنہیں کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔"[5]

اسی پہلو کو صدر الدین اصلاحی نے بھی اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور کامیابی کا سبب اسی اعتدال و توازن کو بتایا ہے[6] گویا اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے اعتقادی، فکری، اخلاقی اور عملی پہلوؤں کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ جس طرح اسلام نے ہر شعبے کے متعلق رہنمائی دی ہے اسی طرح دین اسلام نے نکاح کی شرائط و ارکان کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور حتی الوسع نکاح کے بندھن کو ضروری سمجھا ہے۔ نکاح وطلاق کو باقی معاہدات سے ممتاز رکھا اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اصول واحکام بیان فرمائے۔ روز اول سے مفسرین کرام نے انہی احکامات کی تعبیرات اور اپنے اپنے دور میں پیش آنے والے مسائل کا حل آیات مبارکہ کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کیا اور بے شمار تفاسیر لکھیں۔ اپنی ان تفاسیر میں ان سے متعلقہ فقہی احکامات و مسائل عامۃ الناس کے لیے پوری شرح وبسط سے بیان کیے ہیں۔ اس مقالہ میں چار مختصر معاصر تفاسیر کی تعبیرات قرآنی کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن میں **تفسیر عثمانی**۔ علامہ عثمانی (1949م) نے اپنی تفسیر میں معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور معاشرے کی خرابی خواہ وہ اخلاقی ہو یا کوئی غلط رسم ورواج، اس کی بیخ کنی کرتے نظر آتے ہیں، **تفسیر ماجدی**۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی (1977م) کی تفسیر کا بنیادی موضوع مطالعہ مذاہب ہے یہ تفسیر دین اسلام کے اثبات، اس کے امتیازات اور باطل عقائد کی تردید، باطل فرقوں اور رسم ورواج کی تردید کے لیے خاص نظر آتی ہے، **احسن البیان**۔ حافظ صلاح الدین یوسف کی یہ تفسیر آیات واحادیث مبارکہ سے تفسیر میں ممتاز ہے اور باطل و گمراہ فرقوں کی تردید بھی پائی جاتی ہے اور **تیسیر الرحمن لبیان القرآن**۔ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی کی یہ تفسیر دیگر مختصر تفاسیر کی نسبت قدرے مفصل ہے۔ استنباط احکام اس کا خاصہ ہے، شامل ہیں۔ یہ تمام تفاسیر اپنے اپنے تخصصات کے ساتھ ساتھ فقہی احکام کے مطالعے اور استنباط کے لیے بھی اہم ہیں کسی نے کم اور کسی نے زیادہ، بہر طور ہر ایک میں احکام کا استنباط نظر آتا ہے۔ ان کی تعبیرات کے مطالعہ کے ذریعے زوجین کے حقوق و فرائض میں توازن اور ان کے دائرہ کار کو واضح کیا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مفید پہلو یہ ہو گا کہ مفسرین کرام نے قرآن مجید کے علمی معارف کو تربیت انسانی کے لیے مدو معاون بنانے میں جو منفرد کام کیا ہے، اس سے استفادہ کیا جائے گا۔ ذیل میں ان منتخب تفاسیر سے ان آیات مبارکہ کی تفسیر کا جائزہ لیا گیا ہے جو زوجین کے بحیثیت میاں، بیوی اور خاندان کی ایک اکائی کے، ذمہ داریوں اور حقوق ومقام متعین کرتی ہیں:

ترغیب وتحدید نکاح

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاۗىِٕكُمْ ۭ○ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ○ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ○ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ○ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ○ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ○ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾[7] ان آیات مبارکہ میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیات انسان کی فطرت میں موجود جنسی خواہش کو حلال طریقے سے پورا کرنے کی ترغیب دیتی

ہے۔آیت مبارکہ میں شادی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے مقصود اصلی اگرچہ نسل انسانی کی حفاظت ہے مگر اس کا اور بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے شہوت جاتی رہتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ جو مرد اور عورتیں غیر شادی شدہ ہوں، ان کی شادی کردیں۔آیت مبارکہ میں ایامٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی لغوی وضاحت مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ ایامٰی جمع ہے جس کی واحد اَیِّمٌ ہے جس سے مراد ایسی عورت یا مرد ہے جس کا خاوند بیوی نہ ہو جس میں کنواری، بیوہ اور مطلقہ تینوں آجاتی ہیں۔[8] لہٰذا حکم ہوا کہ ایسے مرد و عورت کا نکاح کردیا جائے۔ یہاں سے حافظ صلاح الدین یوسف نے ایک اہم نکتہ اخذ کیا ہے: ''آیت میں خطاب اولیاء سے ہے کہ نکاح کردو یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کرلو۔اس سے معلوم ہوا کہ عورت ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر از خود نکاح نہیں کرسکتی''اس کے لیے انہوں نے احادیث مبارکہ بھی پیش کی ہیں جو اس امر کی تائید کرتی ہیں۔[9]

مزید مفسرین کرام نے آیت کی روشنی میں فرمایا کہ اگر مرد یا عورت نکاح کے ہوجانے میں یہ اندیشہ رکھے کہ اس سے کہیں خرچ زیادہ ہوجانے پر مفلسی نہ آجائے تو اس سے منع فرمایا گیا۔ یعنی محض غربت و تنگدستی نکاح میں مانع نہیں ہونی چاہیے۔ ممکن ہے کہ اللہ نکاح کے بعد اس کی تنگدستی کو اپنے فضل سے وسعت و فراخی میں بدل دے۔اس کا دارومدار مشیت پر ہے۔ فقر و غنا کو نکاح و عدم نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔[10] اگلی آیت مبارکہ میں یہ فرمایا کہ اگر کوئی نکاح کے سامان سے محروم ہے یعنی مہر و نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کے لیے ہدایت یہ ہے کہ وہ صبر و عفت سے کام لے جب تک کہ وہ اس قابل نہ ہوجائے۔ تب تک مفسرین کرام کے مطابق وہ روزے رکھ لے جو صبر کی بہترین صورت ہے۔ اس کی تائید مفسرین کرام احادیث سے بھی کرتے ہیں۔ اس تفسیر پر تمام مفسرین کرام کا اتفاق ہے۔ آیت مبارکہ میں آگے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں حکم موجود ہے۔ منتخب مفسرین کرام کے مطابق اگر غلام چاہیں تو اپنے آقا کو مال دے کر آزادی حاصل کرلیں تو اس پر انہیں رضامند ہوجانا چاہیے۔ اسے مکاتبت کہتے ہیں۔ جس میں غلام اگر کچھ مال کمانا چاہے تو اپنے آقا سے معاہدہ کرلیتا ہے آزادی کا کچھ رقم کے عوض۔آیت مبارکہ کے آخری حصے میں یہ حکم دیا گیا کہ مالک اپنے مال کے لالچ میں اپنی لونڈیوں سے بدکاری نہ کرائیں یعنی اگر لونڈیاں پاکدامنی چاہتی ہیں تو انہیں زنا پر مجبور نہ کرو۔ اس میں اس زمانے کی طرف اشارہ ہے جس میں لوگ مادی فائدے کے لیے اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرواتے تھے۔ یہ زمانہ جاہلیت تھا۔ اس کے بارے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ ابن ابی سلول کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرواتا تھا۔ جن لونڈیوں سے یہ بے حیائی کا کام جبراً کروایا جائے، ان کے مالک گناہ گار ہوں گے اور اس فعل بد کو حرام قرار دیا گیا۔[11]

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳﴾[12]

درج بالا آیت مبارکہ میں خاص یتیموں سے نکاح پر بات کی گئی ہے۔ حکم دیا گیا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر اور اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو اپنی پسندیدہ عورتوں میں سے جس سے چاہو نکاح کرو۔ مفسرین کرام نے آیت کے اس حصہ کو خاص پس منظر میں بھی بیان کیا ہے۔ تمام مفسرین کرام متفق ہیں کہ یہ آیت اس وقت یتیم سے نکاح کی ممانعت بیان کرتی ہے جب اس سے انصاف نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر ولایت یتیم لڑکی سے اس کے مال اور حسن و جمال کی وجہ سے نکاح کر لیتے لیکن پھر اس کے ساتھ صحبت و معاشرت میں اچھا سلوک نہ کرتے۔ اس کو دوسری عورتوں کی طرح حق مہر نہ دیتے اس کے مال کے وارث بننے کے لیے اس کی موت کے منتظر رہتے۔ لہٰذا آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا کہ یتیم لڑکیوں سے اس مقصد کے لیے شادی نہ کرو کہ ان کے ساتھ حد درجہ ناانصافی کرو۔ تمہارے لیے اور دوسری عورتوں سے نکاح کے راستے کھلے ہیں۔ تم جن آزاد عورتوں میں سے چاہو، نکاح کر سکتے ہو۔ اس کی تجدید قرآن وحدیث نے کر دی کہ چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح نہیں کر سکتے اور چار عورتوں کے درمیان بھی عدل و انصاف قائم رکھنا ضروری ہے۔ تمام بیویوں میں برابری قائم رکھنا ضروری ہے۔ جس کی علامہ ماجدی نے یوں وضاحت کی ہے:

"عدل سے یہاں مراد ادائے حقوق واجب میں عدل و مساوات ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی بیوی کھانے، کپڑے اور مکان کے بغیر نہ رہے۔ باقی جہاں تک محبت طبعی و تعلق قلب کا سوال ہے، اس میں مساوات قدرت بشری سے باہر ہے۔ اس باب میں شریعت نے کوئی گرفت نہیں رکھی۔ مزید لکھتے ہیں کہ مساوات میں بھی یہ لازم نہیں کہ ہر معاملہ برابری پر متعین ہو۔ بیویوں کے میلان و رجحان پسند و ناپسند، عمر و خواہشات اور دلچسپیوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ مقصود ہر ایک کو بقدر امکان اور بہ لحاظ اس کے ذوق و حالات کے راحت پہنچانا ہے۔"[13]

لہٰذا تمام مذاہب کے علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان مرد چار عورتیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ حدیث و سنت اور اجماع امت سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔ بعض علماء کرام نے رسولؐ کی زندگی سے واقعات دلائل کے طور پر پیش کیے ہیں۔ مولانا لقمان السلفی لکھتے ہیں کہ غیلان ثقفی کے واقعہ سے استدلال ملتا ہے جن کے پاس دس دس بیویاں تھیں۔ جب اسلام لائے تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: چار کے علاوہ باقی کو طلاق دے دو۔ اسی طرح نوفل بن معاویہ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس اسلام لانے کے وقت پانچ بیویاں تھیں رسولؐ اللہ نے ان سے کہا کہ چار کو رکھ لو۔ مزید واقعات بھی بیان کیے ہیں اس دلیل کے طور پر رسولؐ نے چار شادیوں کو قائم رکھنے کی اجازت دی۔[14] لہٰذا انبیاء کرام، صحابہ کرام اور امت کا اجماع اسی بات پر ہے۔ خود ان کا عمل اس بات کی دلیل ہے۔ صرف رسولؐ کے زائد نکاح ان کے خصائص میں سے ہیں جن کی صرف ان کو اللہ کی طرف سے اجازت تھی۔ علامہ ماجدی نے بیک وقت چار نکاح کے حکم کو بڑے مدلل انداز میں اور پر حکمت بیان کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے مرد کی فطری ضرورت و جذبات کو اس آیت کے تحت پر اثر انداز میں بڑی حکیمانہ وضاحت دی ہے جو کسی اور مفسر نے

بیان نہیں کی۔[15] مزید آیت مبارکہ میں حکم ہوا کہ اگر تمہیں چار بیویوں کے درمیان ناانصافی کا ڈر ہو تو ایک بیوی ہی کافی ہے یا پھر لونڈی کافی ہے۔ یعنی مرد کو اگر ایک کی طرف جھکاؤ کا ڈر ہو یا وہ ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو تو ایک بیوی تک محدود رہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے کسی بھی بیوی سے زیادتی سرزد ہو جائے اور وہ ظلم کا مرتکب ٹھہرے۔ گویا ایک عورت سے شادی کرنا کافی ہو سکتا ہے کیونکہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں انصاف کا اہتمام بہت مشکل ہے۔ جس طرف قلبی میلان زیادہ ہو گا اسی طرف ضروریات کی فراہمی خود بخود زیادہ ہو جائے گی۔ یوں بیویوں کے درمیان انصاف نہ رہے گا اور اللہ کے ہاں مجرم قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں ایک سے زائد نکاح کرنے کو منع فرما دیا گیا۔[16]

تمام مفسرین کرام نے اس آیت کے ضمن میں پورے اتفاق کے ساتھ ایک ہی بات بیان کی ہے۔ کسی مفسر نے مختصر اور کسی نے چندے تفصیل کے ساتھ اس آیت کو بیان کیا مگر سب کا مفہوم و مراد ایک ہی تھی۔ کسی نے بھی کسی موقع پر اختلاف نہیں کیا۔ مزید یہ کہ پورے حسن و خوبی سے اور سہل انداز سے مفسرین کرام نے آیت کے مدعا کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے جہاں لغت کا سہارا لینا پڑا، لیا یا صرف و نحو سے حکم کی گتھیاں سلجھائیں۔ یا واقعات سے بات کو مدلل بنایا، اسے ضروری و خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

بیویوں میں عدل وعدم ظلم کی حقیقت

﴿وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا۝﴾[17] اس آیت کریمہ میں شوہر اور بیوی سے متعلق ایک حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کی طرف سے بے رخی کا اندازہ لگا رہی ہو۔ بے رخی اس طرح کہ اس سے علیحدہ رہے، کھانے پینے کو نہ دے یا کمی کرے یا مارے یا بدزبانی کرے۔ یہ نشوز ہے اور اعراض یہ ہے کہ محبت نہ رکھے، بول چال کم کر دے یا ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں کسی کم تر خوبصورت بیوی سے اعراض کرے تو دونوں کے لیے مناسب ہے کہ آپس میں بیٹھ کر صلح کر لیں۔ اس بات پر اتفاق کر لیں کہ شوہر اس کا حق ادا کرے اور اگر صلح طیب خاطر سے نہ ہو تو بیوی اپنے شوہر کو رضامند رکھنے کے لیے اپنے حقوق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ اپنا مہر معاف کر دے یا نفقہ چھوڑ دے یا شوہر کو کچھ اور مال دے دے یا اگر اس کے پاس کوئی دوسری بیوی ہے تو اپنی باری کے ایام اسے دے دے۔ تو یہ مصالحت جائز ہے۔ قرآن کریم نے مصالحت و موافقت کو بہترین چیز قرار دیا ہے، تمام مفسرین کرام کا اس تفسیر پر اتفاق ہے۔[18] آیت کے مطابق تھوڑا بہت بخل تو خلقت انسانی میں ہے۔ مفسرین کرام نے لفظ الشح کی لغوی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شح ایسے بخل کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرص ملی ہوئی ہو۔ یعنی اپنا اپنا مفاد جو ہر نفس کو عزیز ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنی راحت و آسائش چاہتا ہے اور اپنے اوپر شفقت گوارا کر کے دوسرے کی آسائش کو ترجیح نہیں دیتا۔[19]

علمائے تفاسیر کی اس لفظی و تفسیری وضاحت کے ساتھ ساتھ شان نزول کا بیان بھی پایا جاتا ہے۔ مفسرین عظام جہاں جہاں کوئی واقعہ کسی آیت کے نزول کا سبب بنا، اسے بھی بیان کرتے ہیں کیونکہ شان نزول بہر حال آیت کے مفہوم کے تعین میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سودہؓ ضعیف ہو گئیں اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ آنحضرتؐ ان کو طلاق نہ دے دیں تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دی۔ اس پر یہ

آیت نازل ہوئی۔[20] علامہ ماجدی نے اس تفسیر میں فقہی استنباط بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو شرائط کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر شرائط ہوں تو اصلاً وہ جائز ہیں مگر حرام و ممنوع نہ ہوں۔ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ صلح اگر کسی حرام شرط کے ساتھ مشروط ہو گی تو باطل ہو گی مثلاً شوہر نے صلح کی یہ شرط لگادی کہ وہ بیوی کے ساتھ اس کی بہن کو بھی زوجیت میں رکھے گا اور بیوی نے اسے منظور کر لیا چونکہ یہ ایک امر حرام ہے لہٰذا یہ مصالحت باطل ہو جائے گی۔[21]

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[22]

یہ آیت مبارکہ پہلی آیت کے تسلسل میں ہی احکام بیان کر رہی ہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی حقیقت بیان کر دی ہے کہ مرد ہزار کوشش کے باوجود اپنی بیویوں کے درمیان پوری طرح مساوات نہیں برت سکتے۔ خاص طور پر مفسرین کرام نے محبت والتفات کا تذکرہ کیا ہے کہ محبت ایسا فعل قلب ہے کہ جس پر کسی کو اختیار نہیں۔ لہٰذا اگر ایک بیوی سے دلی محبت دوسری کے مقابلے میں زیادہ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہیں ہے۔ البتہ عملی سلوک میں برابری کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے منتخب مفسرین نے نبیؐ کی مثال پیش کی ہے کہ خود نبیؐ کو بیویوں میں سے حضرت عائشہؓ سے سب سے زیادہ محبت تھی مگر انہوں نے بیویوں میں عملی مساوات کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ لہٰذا مردوں کو حکم ہوا کہ تعدد ازواج کی صورت میں ایک کی طرف اس طرح جھک جانا کہ دوسری معلق ہو کر رہ جائے کہ گویا اس کا کوئی شوہر ہی نہیں ہے۔ یہ حرام ہے۔ یہ انتہائی ظلم ہے جس سے یہاں روکا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو۔ کھانے، پہننے اور ایسے امور میں برابری کرنا اختیاری ہے۔ ان میں یکساں سلوک لازم وملزوم ہے۔ پھر اگلی آیت میں حکم ہوا کہ اگر مرد وعورت باہم صلح نہ کر سکیں تو ایسی صورت میں طلاق اور علیحدگی کا راستہ اختیار کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں کو ایک دوسرے سے مستغنٰی کر دے گا۔ ممکن ہے کہ علیحدگی کے بعد مرد کو مطلوبہ صفات والی بیوی اور عورت مطلوبہ صفات والا مرد مل جائے۔[23]

ان تمام آیات مبارکہ کی روشنی میں علامہ صلاح الدین یوسف نے ایک خلاصہ بیان کیا ہے:

"اسلام میں اگرچہ طلاق کو سخت ناپسند کیا گیا ہے، اس کے باوجود اس کی اجازت دی ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات حالات ایسے موڑ پر پہنچ جاتے ہیں کہ فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ قرآن و سنت کی نصوص سے یہ واضح ہے کہ یہ حق اس وقت استعمال کرنا چاہیے جب نباہ کی کوئی صورت کسی طرح بھی نہ بن سکے۔"[24]

بیویوں سے حسن سلوک

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾[25] اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت میں بیوی کے ساتھ ہونے

والے ظلم و ستم کا بیان اور اس کی تردید کی گئی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت کی دو رسومات کی تردید کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ آخر میں حسن معاشرت کا حکم بھی دے دیا۔ گویا راستہ دکھلایا جارہا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اپنے فرائض کس طرح بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ آیت مبارکہ کی تفسیر تمام مفسرین کرام نے ایک ہی طرح کی بیان کی ہے۔ کسی سے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں دو ایسی رسومات کا ذکر کیا ہے جو زمانۂ جاہلیت میں عام تھیں۔ انہیں ہی اس آیت کریمہ کا شان نزول بتایا ہے۔

اس ضمن میں مفسرین دوسری تفاسیر کے حوالے سے بھی یہ شان نزول بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے پہلے حصے میں مخاطب اولیاء ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں اگر کوئی آدمی مر جاتا تھا تو اس کے ورثاء اس کی بیوی کے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے۔ پھر اگر چاہتے تو بے مہر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا اس عورت کو بھی میراث کا حصہ سمجھ کر اس کے مالک بن بیٹھتے کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہ کر سکتی تھی اور اسی طرح قید میں رہتے رہتے مر جاتیں اور ورثاء اس کے مال کے وارث بن جاتے۔ اس غلط رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ عورت پر ان کے تسلط کو ختم کیا۔[26] علامہ ماجدی نے باقی مفسرین کی نسبت اسی بات کو زیادہ آسان انداز اور تفصیل سے سمجھایا ہے۔ مفسر تھانوی[27] کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ عرب کے ہاں تین طرح کے طریقے رائج تھے۔ ایک یہ کہ جو حق شرعی میراث میں سے نکل رہا ہو، اسے خود لے لیا جائے۔ دوسرے اسے نکاح نہ کرنے دیا جائے تاکہ وہ مر جائے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا جائے، تیسرے یہ کہ خاوند اپنی بیوی کو بلاوجہ مجبور کرے کہ وہ اسے کچھ مال دے جب اسے چھوڑے۔ اسلام نے آکر ان سب چیزوں کی اصلاح کر دی۔[28] اسی طرح ایک ظالمانہ دستور عرب جاہلیت میں یہ بھی تھا کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتا کہ جو مہر ان کو دے چکا ہے، وہ اسے واپس مل جائے تو وہ اپنی بیوی کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیتا تاکہ وہ مجبور ہو کر حق مہر یا جو کچھ خاوند نے اسے دیا ہو تا از خود واپس کر کے اس سے خلاصی حاصل کرنے کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا۔[29]

مفسرین کرام نے آیت کے متصل حصے ﴿إلا ان يأتين الفاحشة﴾ میں لفظ فاحشہ صرف زنا ہی نہیں بلکہ بدزبانی اور نافرمانی بھی شامل ہے۔ اس قسم کے تمام جملہ رذائل کو یہ لفظ بیان کرتا ہے۔[30] آخر میں حکم ہوا کہ بیویوں کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو۔ یہ حسن معاشرت کا حکم ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اس کی بار بار تاکید آتی ہے۔ مفسرین کرام میں سے علامہ لقمان السلفی نے سب سے زیادہ مفصل اور دلائل کے ساتھ بیویوں سے حسن سلوک کا بیان کیا ہے۔ انہوں نے احادیث کے ساتھ ساتھ اسوۂ حسنہ بھی بیان کیا ہے کہ رسولؐ کا اپنی بیویوں سے سلوک کیسا تھا۔[31] اسی طرح علامہ صلاح الدین یوسف بھی احادیث سے اس حکم کی تائید بیان کرتے ہیں۔ تمام مفسرین کرام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بیویوں سے قول و فعل کے ذریعے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ عورتوں سے گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو، زمانۂ جاہلیت جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ چھوڑ دو اور اگر کسی عورت کی عادت پسند نہ آئے تو صبر سے کام لو بسا اوقات آدمی کسی چیز کو نہیں چاہتا حالانکہ اس میں اس کے لیے خیر پوشیدہ ہوتی ہے۔ آیت کے مطابق خیر کثیر سے مراد علامہ صلاح الدین یوسف نے نیک اولاد لکھا ہے۔[32]

الغرض یہ آیت مبارکہ عورتوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتی ہے۔ علامہ ماجدی اصول فقہ کے قاعدہ کا استعمال کرتے ہوئے دوسروں سے منفرد نکتہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

> "قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب بیان ہے کہ جزئیاتِ احکام کے درمیان ایک کلی مسئلہ بیان کر دیتا ہے اور کلیات کے ضمن میں جزئیات لے آتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہے کہ جزئی احکام بیان کرتے کرتے اس نے ایک اہم اصل بیان کر دی عورتوں کے ساتھ معاشرت کی۔ یہ حسن معاشرت کا مرکزی، بنیادی، کلیدی حکم سہاگنوں، بیواؤں، طلاقنوں سب کے معاملہ میں واجب العمل ہے۔ یہ ہدایت اس مذہب کی ہے جو کتنے ہی کور چشم مسیحیوں، آریوں وغیرہ کے نزدیک عورت کے حق میں ظالمانہ ہے۔"[33]

مردوں کی قوامیت

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾[34] درج بالا آیت مبارکہ مرد کی عورت پر فوقیت کو ثابت کرتی ہے۔ مفسرین کرام میں سے صرف علامہ ماجدی نے آیت کی لغوی وضاحت بھی کی ہے جس سے آیت مبارکہ کے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور اصل مقصد کو پانے میں تائید حاصل ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ لفظ قوام فصیح تر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شے کے محافظ، منتظم، مدبر۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، ان کی کفالت کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں۔[35] اس مفہوم کے مطابق آیت مبارکہ میں مرد کی حیثیت واضح کی گئی ہے کہ وہ عورتوں کے نگران ہیں۔ ان پر انہیں ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔ آیت مبارکہ میں اس حاکمیت کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں جن کی تمام مفسرین کرام نے متفقہ طور پر وضاحت کی ہے ایک یہ کہ مرد کو طبعی طور پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ منتظم بنے۔ یہ وہبی وجہ ہے۔ اللہ تعالی نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی ہے۔ یہ مردانہ قوت و دماغی صلاحیت ہے جس میں مرد عورت سے خلقی طور پر ممتاز ہے۔ دوسری وجہ کسبی ہے جس کا مکلف شریعت نے مرد کو بنایا ہے۔ عورت کی فطری کمزوری اور مخصوص تعلیمات کی وجہ اسے معاشی جھمیلوں سے دور رکھا ہے۔ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مہر اور گھر کے سارے اخراجات بیوی کے نفقہ سمیت مرد کے ذمہ ہیں۔[36]

چند مفسرین کرام نے آیت کے اس پہلو کا خلاصہ بیان کر دیا ہے کہ مرد کو عورت پر عقل و دانائی، جہاد، ملک و قوم کی قیادت، اذان، خطبہ، جماعت جمعہ، گواہی، نکاح میں ولی بننا، طلاق و رجعت، تعدد ازواج، وراثت میں دو گنا حصہ وغیرہ یہ وہ صفات ہیں جو مردوں کو عطا کی گئی ہیں۔ اسی طرح حق مہر کا ادا

کرنا، نفقہ، عورت کی حفاظت وغیرہ مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اسی میں مولانا لقمان السلفی نے نمازوروزہ میں بھی کامل طور پر قابل ہونے کی صفت بیان کی ہے کہ ان کے لیے کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ نمازوروزہ کے قابل نہ ہوں اور داڑھیوں اور عماموں کے ساتھ مردوں کی فضیلت بیان کی ہے۔[37]

مرد کی فضیلت دنیاوی انتظام اور معاشرتی نظام کے تحت بظاہر برتر ظاہر ہوتی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کے ساتھ مرد کی ذمہ داریوں میں اضافہ بھی ہے۔ اس کے فرائض میں ایک طرف تو عورت کی حفاظت اور نگہبانی ہے تو دوسری طرف اپنا مال اس کی ضروریات اور آرام کے لیے خرچ کرنا ہے۔ پھر اُخروی برتری کی ان دونوں کے لیے مساوی طور پر راہیں کھلی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مومن کا فرسب کے لیے ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے۔
ان تمام مفسرین کرام کے ایک دوسرے سے مختلف انداز بیان سے یہ بات بالکل صاف واضح ہوتی ہے کہ یہ آیت مردوں کی عورتوں پر برتری کو ثابت کرتی ہے۔ اسی سے علامہ ماجدی[38] علامہ جصاص کے حوالے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآنی نظام کی رو سے کمانا یا کسب معاش کرنا اور بیوی کے خرچ کا بار اٹھانا مردوں کے ذمہ ہے۔[39]

اسی طرح حافظ صلاح الدین یوسف نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ عورت کی سربراہی کے خلاف یہ نص قطعی بالکل واضح ہے جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔**لن یفلح قوم وَلّوامرھم امراۃ**[40]لہٰذا عورت کی امامت و سربراہی کو ناجائز و مانع قرار دیا ہے۔[41]مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کی بہت تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ ان تمام پہلوؤں سے تفسیر بیان کی ہے جو ہر مفسر کی تفسیر کا خاصہ ہیں۔ انداز بیان ایک دوسرے سے مختلف مگر سہل اور عام فہم ہے۔ ان تمام منتخب تفاسیر میں سے تفسیر ماجدی کا ایک نمایاں پہلو جو دوسری تفاسیر سے اسے ممتاز کرتا ہے وہ علامہ صاحب کا سابقہ مذاہب و دیگر ادیان کا کامل فہم و علم ہے جس سے وہ آیات کی تفسیر بھی بیان کرتے ہیں۔ یہاں بھی علامہ صاحب نے اسلام کی حقانیت و امتیازات کو دیگر ادیان پر ثابت کیا ہے۔ عورت کے مرد کے زیر نگران اور تابع ہونے کے حوالے سے بائبل میں عورت کی کیا حیثیت ہے؟ واضح کرتے ہیں۔ عہد نامہ جدید سے مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔[42]

فرماتے ہیں:

> "قرآن حق کا کلام ہے اور ہمیشہ حق ہی کہتا ہے اور کلیسا کی کونسلوں اور سوسمرتی کی طرح عورت کی تحقیر و تذلیل کا ہرگز قائل نہیں لیکن ساتھ ہی اسے جاہلیت قدیم و جدید کی زن پرستی سے بھی ہمدردی نہیں۔ وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ دیتا ہے جو نظام کائنات میں فاطر کائنات نے اسے دے رکھا ہے۔ بحیثیت ایک عبد وہ مرد کے مساوی ہیں لیکن دنیا کے انتظامی معاملات میں مرد کے ماتحت و تابع ہے۔"[43]

الغرض آیت مبارکہ مرد کی برتری کو دو وجوہات کی بنا پر ثابت کرتی ہے جس کا آیت میں ذکر بھی موجود ہے اور مفسرین کرام نے اس پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ اسی لیے عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہروں کی تابع ہو، نیک باشعار اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت و ناموس اور اس کے مال و جائیداد کی نگہداشت کرنے والی ہوں۔ البتہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی نافرمان ہو تو اس کے لیے آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ عورت کی اپنے شوہر کی بدسلوکی پر سختی کی جائے۔ علامہ ماجدی نے لفظ نشوزھن کی لغوی وضاحت کی ہے اس سے مراد یہ ہیں کہ بیوی نافرمانی پر کمربستہ ہو جائے۔[44] آئمہ تفسیر

نے بھی اس معنی کی توثیق کی ہے۔[45] علامہ صاحب نے اس لفظ کے معنی کو یوں واضح کیا ہے کہ پر مسرت ازدواجی زندگی میں تصادم و بغاوت شروع ہو جائے اور تسلسل سے چلتا رہے۔[46] اس کے لیے آیت مبارکہ میں حل پیش کیا گیا ہے جس کے مطابق مفسرین واضح کرتے ہیں کہ سب سے پہلے وعظ و نصیحت کی جائے۔ عورت کو اس کی نافرمانی پر سمجھایا جائے۔ شوہر اپنے حقوق یاد دلائے۔ اللہ کی ناراضگی سے ڈرائے۔ اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ اس سے گھر کے اندر ہی وقتی اور عارضی علیحدگی ہے جو سمجھدار عورت کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ شوہر عورت کو اپنے بستر سے الگ کر دے۔ اور پھر اگر عورت پھر بھی باز نہ آئے بد سلوکی یا نافرمانی سے تو تیسرا درجہ یہ بتایا کہ ضرب غیر شدید۔ اسے مارنے کی اجازت ہے۔ مگر تمام مفسرین کے مطابق سب کا اس پر اتفاق ہے کہ بالکل ہلکی ہو چوٹ نہ لگے۔[47]

خلاصہ بحث

نکاح چونکہ ایک مقدس بندھن ہے جس سے عائلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اسی سے فریقین پر ایک دوسرے کا احترام اور تقدس واجب آتا ہے اور ایک خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے رشتہ ازدواج معاشرتی زندگی کی اولین بنیاد ہے۔ جس طرح اسلام نے نکاح کو صرف ایک معاہدہ ہی نہیں، عبادت کی حیثیت بھی دی ہے اسی طرح طلاق کو بھی صرف ایک معاہدہ کے ختم کرنے ہی کی حیثیت نہیں دی بلکہ زوجین کی تفریق میں اتنی کڑی شرائط رکھی ہیں کہ اس کی حیثیت عام معاہدات کی سی نہیں رہتی۔ پھر قرآن پاک کا بار بار اختلافات کی صورت میں زوجین کو رجوع کرنے کا حکم و ترغیب اس سچائی کا بیان ہے کہ اللہ کے نزدیک تفریق بین الزوجین انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام دیگر سابقہ مذاہب کی طرح اس بات کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے کہ عورت کو کوئی حیثیت نہ دیتے ہوئے اس کے حقوق ضبط کرنے کی کوشش کی جائے جس کے نتیجے میں عورت ہمیشہ کے لیے شوہر کی پابند ہو اور کبھی اختلافات کے باوجود اس سے خلاصی حاصل نہ کر سکے۔ زوجین کے جو حقوق و فرائض اسلام نے متعین کر دیئے ہیں اور جو دائرہ کار واضح کر دیا ہے وہ عین حکمت پر مبنی ہے اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اسلام حقوق نہیں فرائض پر زور دیتا ہے۔ قرآن میں فرض والے کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے جس سے دوسرے فرد کا حق خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بنیادی طور پر اسلام زوجین کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زوجین میں عدل، عدم ظلم اور حسن سلوک کو لازم قرار دیا ہے۔ جہاں کہیں مرد کو عورت پر قوام بنایا گیا، وہ دراصل مرد کے دائرہ کار واضح کیے ہیں اور ان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے۔ ورنہ مرد و عورت بحیثیت عبد برابر ہیں۔ ان میں عدل لازم ہے اور جہاں کہیں عدل قائم کرنے کی استطاعت نہیں رکھ پاتا جیسے بیویوں کی طرف قلبی میلان، وہاں اس کا مکلف نہیں بنایا جاتا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بنیاد پر ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾[48]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1]خالد علوی، **اسلام کا معاشرتی نظام**(لاہور: الفیصل ناشران، س۔ن)۱۳۷

Kh*ālid ‘alvī, Īslām kā mu’āshartī niẓām(Lāhore,al-Faysal nāshrān,n.d)137*

[2]ابن ماجہ، ابی عبد اللہ محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ**(ریاض: دار السلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)رقم الحدیث:۱۸۴۶

Ībn mājah, ābī ‘abdullah muḥammad bin yazīd, Sunan ībn mājah(Al-Riyaẓ: maktabahdār al-salām,1419AH/1999)Hadith No:1846

[3]ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، رقم الحدیث:۱۸۴۵

Ībn mājah, Sunan ībn mājah, Hadith No:,1846

[4]الکاسانی، علاء الدین، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**(بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)۲/۲۲۸

Al-k*āsānī, ’lā’uddīn,Badā’i’ al-ṣnā’i’ fī tartīb al-shrā’i’*(Beīrūt:dār al-kutab al-’ilmiyah,1406AH/1986)2/228

[5]کوثر نیازی، **اسلام ہمارا دین**(لاہور، فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۷۳ء)۱۴

Kausar Ni*āzī,Īslām aur hmārā dīn(Lāhore,feroz sanz limiṯiḏ,1973)141*

[6]صدر الدین اصلاحی، مولانا، **اسلام ایک نظر میں**(دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۲۰۰۶ء)۱۴۸

Ṣadar al-dīn īṣlāḥī, maulānā,Īslām aik naẓar main̠(Dehlī,makazī maktabah īslāmī pablisharz, 2006)148

[7]النور ۲۴:۳۲، ۳۳

Al-Noor24:32,33

[8]عبد الماجد دریا آبادی، مولانا، **تفسیر ماجدی**(لاہور: پاک کمپنی ۲۰۱۸)۷۳۸؛ صلاح الدین یوسف، حافظ، **احسن البیان**(لاہور: مکتبہ دار السلام، س۔ن)۵۷۹

‘Abdul m*ājid driā ābādī, maulānā,*Tafs*īr mājdī(Lāhore: pāk kampanī,2018)738; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf, ḥāfiẓ, Āḥsan al-bīān(lāhore, maktabah dār al-slām,n.d)579*

[9]**احسن البیان**، ۵۷۹

Āḥsan al-bīān,579

[10]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۷۳۸؛ شبیر احمد عثمانی، مولانا، **القرآن الکریم المعروف تفسیر عثمانی**(کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، س۔ن)، ۴۷۲؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**، ۵۷۹ لقمان السلفی، محمد، ڈاکٹر، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**(لاہور: دار الکتاب والسنۃ، ۲۰۱۵ء)، ۲/۱۰۰۴

‘Abdul m*ājid driā ābādī ,*Tafs*īr mājdī,738; Shabīr āḥmad ‘uthmānī, maulānā,Al-Qurān al-karīm,Tafsīr ‘uthmānī(karāchī, tāj kampanī limiṯiḏ,*n.d)*472; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf, Āḥsan al-*

bīān,579; Luqmān al-salfī,muḥammad,d̲āk̲tar, Taisīr al-raḥmān libiān a-lQurān(Lāhore: dār al-kitāb wa al-sunnah,2015)2/1004

[11] عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۷۳۸؛ شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۴۷۳؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**،۵۸۰؛ لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۲/۱۰۰۵

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,738; Shabīr āḥmad 'uthmānī ‹Tafsīr 'uthmānī,473; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥ*san al-b*īān,580; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,2/1005*

[12] النساء۴:۳

Al-Nis*ā 4:3*

[13] عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۲

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,212*

[14] لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۲۳۷

Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/237

[15] عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۲

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,212*

[16] شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۹۹؛ عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۲؛ لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۲۳۷؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**،۱۲۸

Shabīr āḥmad 'uthmānī ‹Tafsīr 'uthmānī,99 ; 'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,212; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/237; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥ*san al-b*īān,128*

[17] النساء۴:۱۲۸

Al-Nis*ā4:128*

[18] شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۱۲۹؛ عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۵۳؛ لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۳۰۰؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**،۱۶۴

Shabīr āḥmad 'uthmānī ‹Tafsīr 'uthmānī,129 ; 'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,253; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/300; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥ*san al-b*īān,146*

[19] صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**،۱۶۴؛ عبدالماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۵۳ بحوالہ راغب اصفہانی، **المفردات فی غرائب القرآن**،۲۶۵؛ النسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد، **مدارک التنزیل وحقائق التاویل**(بیروت:۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م)۱/۴۰۱

*Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥ*san al-b*īān,146;* 'Abdul m*ājid driā ābādī*, Tafs*īr mājdī,253 baḥwālah Rāghib āṣfahanī,ḥ*usain bin mu*ḥ*ammad*, Al-mufradāt fī gharā'b al-Qurān(Beirūt:dār āḥyā' al-turāth al-'arabī,2002)265; al-nasafī, ābū al-barakāt 'abdullah bin āḥmad, mdārik al-tanzīl wa ḥaqā'iq al-tāwīl(Beīrūt:dār al-fikar,1419AH/1998)1/401*

[20] صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**،۱:۱۶۴؛ لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۳۰۰

Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,146; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/300

[21]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۵۳

Tafs*īr mājdī,253*

[22]النساء۴:۱۲۹

Al-Nis*ā4:129*

[23]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۵۳؛شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۱۲۹؛صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۶۴،۱۶۵؛لقمان السلفی،**تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۳۰۱

Tafs*īr mājdī,253; Shabīr āḥmad ʻuthmānī، Tafsīr ʻuthmānī,129; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,164,165; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/301*

[24]صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۶۵

Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,165

[25]النساء۴:۱۹

Al-Nis*ā4:19*

[26]شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۱۰۴؛صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۳۴؛لقمان السلفی،**تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۲۴۸

Shabīr āḥmad ʻuthmānī ،Tafsīr ʻuthmānī,104; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,134; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/248

[27]اشرف علی تھانوی، **بیان القرآن**،۱/۳۳۹

Āshraf ʻalī thānvī, maulānā, Biān al-Qurān,1/339

[28]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۸

ʻAbdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,218*

[29]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۹؛شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**،۱۰۴؛صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۳۴؛لقمان السلفی،**تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۲۴۸

ʻAbdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,219; Shabīr āḥmad ʻuthmānī, Tafsīr ʻuthmānī,104; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf, Āḥsan al-bīān,134; Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/248*

[30]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۹؛صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۳۴

ʻAbdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,219; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,134*

[31]لقمان السلفی،**تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**،۱/۲۴۹

Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/249

[32]صلاح الدین یوسف،**احسن البیان**،۱۳۴

Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,134

[33]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**،۲۱۹

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,219*

[34]النساء۴:۳۴

Al-Nis*ā4:34*

[35]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۲۴

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,224*

[36]شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ۱۰۸؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**، ۱۴۰

Shabīr āḥmad 'uthmānī ,Tafsīr 'uthmānī,108; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf, Āḥsan al-bīān,140

[37]لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**، ۱/۲۵۸

Luqmān al-salfī ,Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/258

[38]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۲۴

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,224*

[39]جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، **احکام القرآن** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن) ۳/۱۴۸

Al-jaṣṣāṣ, Ahmad bin 'al*ī Al-rāzī, Aḥkām al-Qurān(Beīrūt:dār al-kutabal'ilmiyah,n.d)3:148*

[40]بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل، **صحیح بخاری** (ریاض: دار السلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) رقم الحدیث: ۴۴۲۵

Al-Bukhārī,Muḥammad Bin Isma'īl, Al-jāme'Al-Ṣaḥīḥ(Al-Riyaẓ: maktabahdār al-salām,1420AH/1999)Hadith No:4425

[41]صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**، ۱:۱۴۰

Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,140

[42]**عہد نامہ قدیم وجدید** (لاہور: بائبل سوسائٹی، س۔ن) پیدائش ۳:۱۶؛ افسیوں ۵:۲۲۔۲۴

'A*had nāmah qadīm wa jadīd(Lāhore: bā'ibal sosā'iṯī,*n.d)Paid*ā'sh3:16; Āfsiuṉ5:22-24*

[43]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۲۵

'Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,225*

[44]راغب اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، ۵۴۵

Rāghib āṣfahanī, Al-mufradāt fī gharā'b al-Qurān,545

[45]طبری، محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل ای القرآن ای تفسیر طبری** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن) ۸/۲۹۹

Ṭabrī,muḥammad bin jarīr, jāme' al-biān 'an tāvīl a'yu al-Qurān a'i tafsīr ṭabrī(Beirūt:dār āḥyā' āl-turāth āl-'rabī,n.d)8/299

[46]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۲۵

‘Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,225*

[47]عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۲۵؛ شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ۱۰۸؛ صلاح الدین یوسف، **احسن البیان**، ۱۴۰؛ لقمان السلفی، **تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن**، ۱/۲۵۹

‘Abdul m*ājid driā ābādī* ,Tafs*īr mājdī,225; Shabīr āḥmad ‘uthmānī ,Tafsīr ‘uthmānī,108; Ṣalāḥ al-dīn yūsaf,Āḥsan al-bīān,140; Luqmān al-salfī, Taisīr al-raḥmān libiān al-Qurān,1/259*

[48]البقرة۲:۲۸۶

Al-Baqarah2:286